نقطہءِ نظر

منیر سامیؔ

توہین رسالت و مذہب کا مرتکب کون؟

گزشتہ کئی سال سے ہم اور ہمارے معدودے چند ساتھی اپنے ہم وطنوں کو اور مسلمانوں کو مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ مذہب کے نام پر شدت، تشدد، اور دہشت گردی اقوامِ عالم میں ہماری اور ہمارے مذہب کی بدنامی کا باعث ہے۔ اور یہ سخت گیری کہیں بھی ہمارے لیئے عزت کا باعث نہیں بن رہی۔

انہیں گزشتہ سالوں میں سلفی اور وہابی خیالات کے زیرِ اثر جن کے پرچار کو سعودی مالی امداد حاصل رہی ہے، مختلف ممالک میں اسلامی جماعتوں کی حکومتی سرپرستی، اور کئی ممالک میں امریکہ اور دائیں بازو کے شدت پسندوں کے اتحاد کے نتیجہ میں مسلمانوں کے پڑھے لکھے طبقات بھی اپنے مسائل کا معروضی تجزیہ کرنے کی صلاحیت گنوا بیٹھے ہیں۔

اسی عرصہ میں پہلے ایران عراق جنگ، پھر سویت یونین کے خلاف نام نہاد اسلامی جہاد، پہلی اور دوسری عراق مغرب جنگوں، اور ان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے استعماری کردار کے نتیجہ میں، معروضی تجزیہ کی صلاحیت سے محروم سارے مسلمان، اپنے ہر مسئلہ کا ذمہ دار امریکہ اور مغرب کو قرار دیتے رہے ہیں۔

ان مسلمانوں میں نہ صرف اسلامی ممالک کے باشندے شامل ہیں بلکہ، وہ پڑھے لکھے مسلمان بھی جو ارادی طور پر امریکہ اور مغرب مقیم ہیں اور دانستہ طور پر یہاں کی شہریت اختیار کر چکے ہیں۔

یہ مسلمان بخوبی جانتے ہیں کہ امریکہ اور مغرب کے جن آیئنوں کے تحت وہ یہاں کے شہری ہیں اور جن آیئنوں سے وفاداری کا حلف انہوں نے اٹھایا ہے، اس کے تحت یہاں مذہب اور ریاست کو علیحدہ قرار دیا گیا ہے۔ امریکہ کے آیئن کے تحت یہاں مقیم ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے اور امریکی ریاست اپنے کسی بھی شہری کو کسی بھی مذہب کی تعظیم اور پابندی پر مجبور نہیں کر سکتی۔ اپنے مذہب پر عمل کی مکمل آزادی امریکہ کے آئین کی پہلی ترمیم کے تحت شہریوں کو عطا کی گئی ہے۔

اسی پہلی ترمیم میں شہریوں کو آزادیءِ اظہار کی بھی مکمل اجازت ہے۔ اس طرح مذہب کی آزادی، امریکہ میں اظہارِ رائے کی آزادی سے منسلک اور مربوط ہے۔ امریکہ کے شہری ان میں سے صرف کسی ایک کا اختیار نہیں کر سکتے۔ اگر انہیں اظہارِ رائے کی آزادی پسند نہیں آتی اور وہ صرف مذہب پر عمل کی آزادی پسند کرتے ہیں تو وہ 'میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو' کہتے ہوئے ایک آزادی کو دوسری آزادی پر فوقیت نہیں دے سکتے۔

مذہب کی آزادی کے تحت جہاں مسلمانوں کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے مذہب کی آزادانہ تبلیغ کریں، مسجدیں بنائیں، اور ان کی عورتیں اپنی مرضی کا لباس پہنیں جس میں حجاب اور نقاب بھی شامل ہیں، وہاں کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والوں، لامذہبوں، اور خود مسلمانوں کو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ کسی بھی مذہبی عمل، کسی بھی مذہبی ہستی، یا کسی بھی مذہب کے نبی پر تنقید کریں یا اس کی تضحیک کر سکیں۔ جس کے نتیجہ میں صاحبانِ مذہب کی دل آزاری ممکن ہے۔ ایسی دل آزاری کے ازالہ کے لیے مغربی ممالک اور امریکہ میں عدالتی کاروائی کا راستہ موجود ہے لیکن اس کے لیئے تشدد کے استعمال کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ ان ممالک میں اظہارِ آزدی کے حق کو وہی آئینی اور قانونی تحفظ حاصل ہے جو مذہب پر عمل کی آزادی کو حاصل ہے۔

یہی وجہہ ہے کہ جہاں امریکہ اور مغرب کے شہری خود اپنے شہریوں کے اکثریتی مذہب یعنی عیسایئت یا مسیحیت کا مذاق اڑانے یا اس کی توہین کرنے کی مکمل آزادی رکھتے ہیں، اسی طرح انہیں دیگر کسی بھی مذہب کا مذاق اڑانے کی بھی مکمل آزادی ہے، اس میں یہودیت، اسلام، ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب شامل ہیں۔

ان آزادیوں کے نتیجہ میں مغرب اور امریکہ کے شہریوں کا مزاج ایسا ہو گیا ہے کہ وہ اگر اپنے مذہب یا مذہبی شخصیات کی تضحیک کے خلاف اگر کوئی عدالتی کاروائی نہ کر سکیں تو اس معاملہ میں در گزر سے کام لیتے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں کبھی بھی پر تشدد ردِ عمل کا اظہار نہیں کرتے نہ ہی دوسرے شہریوں کو تشدد پر اکساتے ہیں۔

مغرب اور امریکہ کے شہریوں کے برخلاف دنیا بھر کے مسلمان خصوصاً ان کے سخت گیر طبقات، اپنے مذہبی عقائد کے بارے میں بہت حساس اور زود رنج ہیں۔ اور ان سے اپنے شعائر، اپنی اہم مذہبی شخصیات، اور خصوصاً اپنے رسول ﷺ کی تضحیک اور توہین برداشت نہیں ہوتی، اور اس ضمن میں سخت پر تشدد رویہ اختیار کرتے ہیں۔

اس میں بھی کوئی شبہہ نہیں ہے کہ اسلام کے مخالف دیگر مذاہب کے سخت گیر لوگ کئی صدیوں سے ایسی تحریروں یا فن پاروں کی تخلیق شامل رہے ہیں جن سے مسلمانوں کی سخت دل آزاری ہوتی رہی ہے۔ اس میں مغربی کلاسیکی ادب بھی شامل ہے، کلاسیکی مصوری بھی، جدید ادب بھی اور جدید فلمسازی بھی۔

اس کی تازہ ترین مثال Innocence of Muslims ''مسلمانوں کی معصومیت'' کے نام سے بننے والی ایک قبیح اور قابلِ نفرت فلم ہے جو مبینہ طور پر امریکہ میں بنائی گئی ہے، اور جس

کے دس یا پندرہ منٹ کے صرف ایک Trailer ٹکڑے نے ساری مسلم دنیا میں تشدد اور قتل و غارت گری کی لہریں پیدا کر دی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں لیبیا میں امریکہ کے سفیر اور دیگر سفارتی کارندوں کو قتل کر دیا گیا، اور کئی ممالک میں مغربی سفارت خانوں پر حملہ کیئے گئے اور انہیں آگ لگانے کی کوشش کی گئی۔

اس تشدد اور قتل پر اکسانے والوں نے اس بات کا بھی خیال نہیں کیا کہ صدیوں کی روایات اور قوانین کے تحت دنیا کے کسی بھی ملک میں قائم دیگر ملک کا سفارت خانہ اور سفارت کار میزبان ملک کی حکومت کے مکمل تحفظ کے حق دار ہوتے ہیں اور میزبان ملک ان کے تحفظ کا مکمل ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔

خود اسلام کی سابقہ تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ جس میں کسی بھی اسلامی ملک میں کسی سفارت کار کو قتل کیا گیا ہو، یا سفارت خانوں کو نقصان پہنچایا گیا ہو۔ بدقسمتی سے ایسا پہلی بار ایرانی انقلاب کے بعد ہونا شروع ہوا اور پھر یہ سلسلہ دوسرے اسلامی ملکوں کے شہریوں نے اپنا لیا۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ جن ملکوں میں امریکی اور دوسرے سفارت خانوں اور سفیروں پر تشدد کیا گیا ان میں وہ ممالک شامل ہیں جن کے حالیہ انقلابوں میں امریکہ اور مغرب نے ان کی مدد کی تھی۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکہ میں بنائی گئی قابلِ نفرت فلم کے خلاف ایک شدید ردِعمل خود مصر کے نومنتخب صدر نے کیا اور ہزاروں لوگوں سے احتجاج کا مطالبہ کیا، لیکن پھر انہیں صدر کو کہنا پڑا کہ کسی سفیر کو قتل کرنا یا سفارت خانہ پر حملہ کرنا، خود خانہ کعبہ پر حملہ کے مترادف ہے۔

مختلف ممالک میں امریکی سفارت کاروں کے قتل، اور امریکہ اور مغرب کے سفارت خانوں پر حملہ کے بعد امریکہ اور کینیڈا کی دو اہم مسلم تنظیموں نے جو دائیں بازو سے تعلق رکھتی ہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کو اعتدال اور درگزر سے کام لینے کی رائے دی ہے۔

ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ ان مسلم تنظیموں نے، جن میں کینیڈا کی CAIR-CAN اور امریکہ کی CAIR شامل ہیں ایک اور بڑی مسلم تنظیم ICNA کے ساتھ مل کر یہ بیان دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس قابلِ نفرت فلم کو نظر انداز کر دینا چاہیئے، اور اگر کوئی ادارہ یہ فلم کینیڈا یا امریکہ میں دکھانا بھی چاہے تو اسے آزادیءِ اظہار کے تحت ایسا کرنے کا مکمل حق ہے۔

ان تنظیموں نے اس ضمن میں مسلمانوں کے رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کی مثالیں بھی دی ہیں جن میں انہوں نے اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کیا تھا، اور اپنے ساتھ زیادتی کرنے والوں سے درگزر کیا تھا۔ ان تنظیموں نے مختلف مساجد سے تعلق رکھنے والے اماموں کو بھی مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے خطبات میں رسول اللہ ﷺ کی نرم خوئی کی یاد دہانی کرائیں اور مسلمانوں کو کسی بھی تشدد سے باز رہنے کی ہدایت کریں۔ انہوں نے حضور ﷺ کی ؒ بخاری میں بیان کردہ ایک حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ''جو تم سے بدی کرے تم اس سے بدی مت کرو بلکہ اس کے ساتھ عفو اور درگزر سے کام لو''۔

ایک طرف تو CAIR اور ICNA جیسی تنظیمیں مسلمانوں کو عفو و درگزر کی ہدایت دے رہی ہیں وہیں کچھ علما متضاد بیانات کے ذریعہ مسلمانوں کو ذہنی انتشار میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ان میں ایک ایسے عالم بھی شامل ہیں جنہوں نے ایک طرف تو مغربی صحافیوں کے سامنے یہ بیان دے دیا کہ غیر مسلموں پر توہین رسالت کا الزام نہیں لگ سکتا، لیکن اس سے پہلے اپنے عقیدت مندوں میں یہ کہا کہ اگر کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا توہینِ رسالت کرے تو اسے سخت سزا دی جائے اور قتل کر دیا جائے۔ جب بعد میں مغربی صحافیوں نے ان سے وضاحت چاہی تو انہوں نے پھر فرما دیا کہ قرآن سمیت ہر صحیفہ میں شاتمِ رسول کی سزا موت ہے، لیکن انہوں نے اس ضمن میں کسی قرآنی آیت کا حوالہ نہیں دیا۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ قرآن میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ توہینِ رسالت اور توہین مذہب کے مجرم وہ غیر مسلم نہیں ہیں جو نفرت کے جذبوں کے تحت مسلمانوں کے رسول ﷺ، اور اسلام اور مسلمانوں سے نفرت اظہار کرتے ہیں بلکہ حقیقت میں توہینِ رسالت کے ملزم خود وہ مسلمان ہیں جو قرآن کے جھوٹے حوالے دیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل نہیں کرتے اور ان قبیح اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں جن سے خود ان کے رسول ﷺ نے پرہیز کی ہدایت کی تھی۔

بدقسمتی سے مسلمان اپنی تاریخ کے اوائل ہی سے توہین مذہب و رسالت کرتے رہے ہیں، جن میں اصحاب رسول ﷺ، اور اہل بیت رسول ﷺ کا قتل اور ان کے ساتھ زیادتیاں شامل ہیں۔ اگر یہ لوگ آج کے پاکستان اور اسلامی ممالک میں زندہ ہوتے تو ان ممالک کے قوانین کے تحت یہ ان الزامات کے تحت گرفتار ہوتے جن کی سزا مروجہ قوانین کے تحت موت قرار دی گئی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ان معدودے چند معتدل مزاج مسلمانوں کی کوششوں کے نتیجہ میں جنہوں نے سخت خطرات مول لے کر اپنے ہم مذہبوں کو مذہبی تشدد اور مذہبی سخت گیری سے دور رکھنے کی کوشش کی ہے، صورتِ حال رفتہ رفتہ تبدیل ہو رہی ہے اور اب امریکہ کی بڑی اسلامی تنظیمیں بھی اپنے ہم مذہبوں کو اعتدال کا مشورہ دے رہی ہیں۔ ہمیں اپنی کوششیں جاری رکھنا چاہیئں۔

Published in Urdu Times - USA, Cnada, UK, September 20